موسیٰ علیہ السلام کی ایک علم والے بندے سے ملاقات کب ہوئی تھی؟

قرآن مجید کا بیان ہے کہ یہ ملاقات فرائض رسالت تفویض ہونے سے کافی عرصہ قبل ہوئی تھی

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ایک ایسے شخص سے ملاقات کی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے علم عطا فرمایا تھا۔ بعض اہل علم نے خیال ظاہر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرائض رسالت تفویض ہونے سے قبل یہ ملاقات ہوئی تھی اور بعض دوسروں نے اس خیال آرائی کے جواب میں متضاد خیال کا اظہار کر دیا کہ نہیں یہ ملاقات فرائض رسالت سنبھالنے کے بعد ہوئی تھی۔ ان دو متضاد آراء کے حامل اہل علم ایک نکتے پر اس لئے متفق نہیں ہو سکتے کیونکہ دونوں نازل کردہ کتاب اور آثار علم کی بنیاد پر یہ بات نہیں کہتے بلکہ محض ظن اور روایت کا سہارا لیتے ہیں جو کسی کو کسی بھی نتیجے پر پہنچانے کی اہل نہیں ہوتی۔ خیال آرائی کے جواب میں اس کے متضاد خیال آرائی کرنا درحقیقت کوئی مناسب بات نہیں۔ خیال آرائی کرنے والوں سے ثبوت اور دلیل مانگنی چاہئے۔ حقیقت کیا ہے؟ آئیں اس سوال کا جواب لازوال تفسیر حقیقت قرآنِ مجید سے پوچھیں۔

مجمع البحرین

موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مختلف ادوار پر قرآنِ مجید نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور غیر مبہم انداز میں واضح فرمایا ہے کہ انہوں نے اس علم والے بندے سے رسالت کے فرائض تفویض کیئے جانے سے بہت عرصہ قبل ملاقات کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام ابھی والدہ ماجدہ کی گود میں دودھ پیتے بچے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ

''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کے دل میں ڈالا کہ'' اسے دودھ پلاتی رہیں

فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِى ٱلْيَمِّ وَلَا تَخَافِى وَلَا تَحْزَنِىٓ ۖ

پھر جب آپ اس کی نسبت خطرہ محسوس کریں تو اسے (صندوق میں ڈال کر۔ طٰہٰ۔ ۳۹) دریا میں ڈال دیں، اور ڈرنا مت اور نہ غم کھانا۔

إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝

ہم اسے تیرے پاس لوٹا لائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے'' (القصص۔ ۷)

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے ایسا کام کرنے کا نہیں کہا گیا تھا جو عقل و فہم کے تقاضوں سے بالاتر ہو۔ انہیں بچے کو تابوت

میں ڈال کر اس وقت دریا کی لہروں کے سپرد کرنے کا کہا گیا جب اس کی زندگی کیلئے خطرہ محسوس کریں۔ عقل کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ یقینی بڑے خطرے سے بچنے کیلئے چھوٹا خطرہ مول لے لیا جائے۔ عقل و دانائی کی یہ باتیں اپنی جگہ لیکن ایک ماں کو یہ مشورہ دینا اتنا آسان بھی نہیں کہ اپنے بیٹے کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دے۔ سبحان اللہ! ایک ماں کے اطمینان قلب کیلئے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا راز بھی بتا دیا کہ دریا کی لہروں کے سپرد کئے جانے والے بیٹے نے مستقبل میں اللہ کا رسول بننا ہے۔ اللہ رب العزت کی ایک عادت کا قرآنِ مجید سے پتہ چلتا ہے کہ جب اپنے کسی کام کیلئے کسی خاتون کو منتخب فرماتا ہے تو انہیں امین سمجھتے ہوئے ان کے اطمینان قلب کیلئے اپنے راز بھی اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔

لیکن ماں تو پھر بھی ماں ہی ہوتی ہے۔ تعمیل حکم میں لخت جگر کو دریا میں بہا تو دیا مگر

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا

''اور موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کا دل بیٹھ گیا۔

إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِۦ لَوْلَآ أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝

احتمال تھا کہ بیٹے کو بہا دینے کو وہ ظاہر کر دے اگر ہم نے اس کے دل کو (تمام باتیں بتا کر۔ طٰہٰ۔۳۹) مضبوط نہ کیا ہوتا۔
یہ اس لئے کہ وہ اللہ پر اعتماد کرنے والوں میں ہو جائے''

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِۦ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِۦ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١١﴾

''اور اس نے اس کی بہن سے کہا'' اس کے پیچھے پیچھے جا''۔ چنانچہ وہ اسے دور سے دیکھتی گئی اور لوگ سمجھ نہ سکے'' (القصص۱۰۔۱۱)

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو ہمارا سلام ہو۔ اس عظیم المرتبت خاتون کے دل پر جو بیتی اسے قرآنِ مجید نے اپنے اوراق میں ہمیشہ کیلئے محفوظ کر کے ماں کی ممتا کی گہرائیوں اور وسعتوں کو لوگوں کے سمجھنے اور احساس کرنے کیلئے آسان بنا دیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنے بھائی کے بہتے ہوئے صندوق پر اس احتیاط کے ساتھ نگاہ رکھتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتی رہیں کہ کسی کو ان کے مقصد کے بارے میں شک بھی نہ ہو۔ اس سے ان کی بہن کا احساس ذمہ داری، سیانہ پن اور دانائی جھلکتی ہے جس کا مظاہرہ ایک بار پھر انہوں نے فرعون کے محل میں اس وقت کیا جب موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر وہاں پہنچا دیا گیا تھا اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یوں بتائی

إِذْ تَمْشِىٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُۥ ۖ فَرَجَعْنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ
كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

''جب تیری بہن چلتی جاتی تھی پھران سے کہتی تھی ''کیا میں تمہیں وہ گھر بتاؤں جو اس کا ذمہ لے گا؟''۔

یوں ہم نے تجھے تیری ماں کے پاس واپس کر دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم زدہ نہ ہو' (حوالہ طٰہٰ۔۴۰)

اور اس واقعہ کے بارے میں سورۃ القصص کی آیت ۱۲۔۱۳ میں مزید بتایا:

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ ٱلْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰٓ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُۥ
لَكُمْ وَهُمْ لَهُۥ نَٰصِحُونَ ﴿١٢﴾ فَرَدَدْنَٰهُ إِلَىٰٓ أُمِّهِۦ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ
وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾

''اور اسے ہم نے پہلے ہی دائیوں کے دودھ سے روک دیا تھا چنانچہ اس (لڑکی، بہن) نے کہا'' کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ دوں جو تمہارے لئے اس کا ذمہ لے اور اس کے خیر خواہ ہوں'۔ یوں ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اگر چہ اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

اس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں ہی کی گود میں پلے بڑھے۔ اور فرعون کے محل میں رہتے ہوئے بھی اپنی ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے رہے۔ اور جب اسی شہر مصر میں بھر پور جوانی کو پہنچے تو سورۃ القصص کی آیت ۱۴ اور ۱۵ کی ابتدا میں بتایا:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَٱسْتَوَىٰٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٤﴾

'اور جب وہ اپنی بھر پور جوانی کو پہنچا اور پورا آدمی بن گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا اور نیکو کاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

وَدَخَلَ ٱلْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا

اور وہ شہر میں اس وقت داخل ہوا تھا جس وقت اس میں رہنے والوں سے غافل تھا''

موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورۃ القصص کی آیت ۱۴ اور ۱۵ کی ابتدا میں یہ بات بتائی گئی ہے

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَٱسْتَوَىٰٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ

''اور جب وہ اپنی بھر پور جوانی کو پہنچا اور پورا آدمی بن گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا

وَدَخَلَ ٱلْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا

اور وہ شہر (مصر) میں اس وقت داخل ہوا تھا جس وقت اس میں رہنے والوں سے غافل تھا''

''دَخَـلَ'' ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔جس کے معنیٰ ''وہ اندر داخل ہوا تھا'' ہیں۔اور یہ خَــرَجَ کی ضد ہے۔جس کے معنی خارج ہونا، نکلنا، باہر آنا ہیں (حوالہ المائدہ ۲۲، ۶۱، الاسراء۔۸۰، النمل۔۱۲)۔

شہر میں رات کو کون داخل ہوتا ہے؟ شہر میں داخل وہ ہوتا جو دوسرے شہر، بستی سے آ رہا ہو۔اور اگر شہر میں وہ شخص داخل ہو جو اُسی شہر کا باسی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص شہر سے باہر گیا ہوا تھا اور اب واپس آ گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ آیت مبارکہ واؤ عاطفہ (اور) سے شروع ہوئی ہے۔جس سے واضح ہے کہ پچھلی بات کا تسلسل ہے اور ان کے مابین اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت کرنے والی عادت کا ذکر کیا ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ علم اس وقت عطا کیا گیا جب وہ مصر سے باہر تھے۔موسیٰ علیہ السلام کے اُس رات شہر مصر میں داخل ہونے پر یہ واقعہ پیش آیا تھا:

فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَـٰذَا مِن شِيعَتِهِۦ وَهَـٰذَا مِنْ عَدُوِّهِۦ

''تو وہاں انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے پایا، ایک ان کی قوم سے تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم سے تھا،

فَٱسْتَغَـٰثَهُ ٱلَّذِى مِن شِيعَتِهِۦ عَلَى ٱلَّذِى مِنْ عَدُوِّهِۦ فَوَكَزَهُۥ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ

پھر جواُن کی قوم سے تھا اس نے اس کے خلاف جواُن کی دشمن قوم سے تھا مدد کیلئے پکارا

تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے مکا مار دیا اور وہ جوان مر گیا'' (حوالہ القصص۔۱۵)

شہر میں داخل ہونے والی رات کی اگلی ہی صبح موسیٰ علیہ السلام کو ایک شخص نے آ کر یہ بات بتائی اور مشورہ دیا:

قَالَ يَـٰمُوسَىٰٓ إِنَّ ٱلْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَٱخْرُجْ إِنِّى لَكَ مِنَ ٱلنَّـٰصِحِينَ ۝

''اس نے کہا'' اے موسیٰ! سردار آپ کے متعلق باہمی مشورے کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں،

اس لئے شہر سے نکل جائیں، میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں'' (حوالہ القصص۔۲۰)

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ

''چنانچہ ڈرتے، بھانپتے ہوئے وہ شہر سے نکل گئے'' (حوالہ القصص۔۲۱)

قرآنِ مجید نے خبر دی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شہر مصر میں رات کو داخل ہوئے تھے اور اگلی ہی صبح شہر میں سے پھر (خَرَجَ. ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب) نکل گئے تھے۔مصر سے دوسری مرتبہ نکل کر موسیٰ علیہ السلام کہاں گئے تھے؟

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ

''اور جب انہوں نے مدین کی طرف رخ کیا'' (حوالہ القصص۔۲۲)

موسیٰ علیہ السلام مصر سے دوسری مرتبہ نکل کر مدین پہنچ گئے تھے۔اور انہوں نے وہاں ایک عمر رسیدہ بزرگ (شیخ کبیر) کی دو بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ شادی کرنے کے بعد طے شدہ شرائط کے تحت آٹھ یا دس سال گزارے تھے۔اور اس عرصے کے بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ ایک نامعلوم منزل کی جانب نکلے تھے۔اور اس سفر میں وادی طویٰ میں رسالت کے فرائض تفویض ہونے پر حکم کی تعمیل میں اپنی زندگی میں دوسری مرتبہ شہر مصر میں داخل ہوئے تھے۔

اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

''فرعون کے پاس (مصر) جا کہ وہ سرکش ہوگیا ہے''

(طٰہٰ۔۲۴ اور سورۃ النازعات کی آیت ۱۷ کے الفاظ بھی من وعن یہی ہیں)۔

موسیٰ علیہ السلام ایک عرصے تک مصر میں رہنے کے بعد ایک رات بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر سمندر کے راستے مصر سے آخری بار نکل گئے تھے اور فرعون اور اس کے لشکر ان کی آنکھوں کے سامنے غرق ہوگئے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ فرائض رسالت تفویض ہونے سے عرصہ قبل پہلی مرتبہ مصر میں سے باہر کہاں گئے تھے جب قتل والی رات مصر میں داخل ہوئے تھے؟

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکہف کی آیات ۶۱۔۸۲ میں بتایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھرپور جوانی میں مصر سے پہلی مرتبہ باہر ہمارے ایک بندے کے پاس علم حاصل کرنے گئے تھے جس کو ہم نے اپنی جانب سے رحمت اور علم عطا کیا تھا۔فرمایا:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَىٰهُ لَآ أَبْرَحُ حَتَّىٰٓ أَبْلُغَ مَجْمَعَ ٱلْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِىَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَٱتَّخَذَ سَبِيلَهُۥ فِى ٱلْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾

''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے ملازم سے کہا'' میں باز نہ آؤں گا جب تک دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ تک نہ پہنچ جاؤں یا میں مدتوں چلتا رہوں گا''۔ پھر جب وہ ان دونوں کے سنگم والی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی بھول گئے جس نے چٹانوں میں در آنے والے پانی میں دریا کی راہ لی''۔(الکہف۔۶۰۔۶۱)

موسیٰ علیہ السلام ملازم کے ہمراہ مصر سے باہر ایک دور مقام پر دریاؤں کے سنگم پر گئے تھے۔ آیت مبارکہ میں لفظ ٱلْبَحْرَيْنِ کو اکثر تفاسیر میں دو سمندر بیان کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید نے اس کا ترجمہ دو دریا بتائے ہیں۔موسیٰ علیہ السلام

اَلْبَحْـرَيْنِ کے سنگم (اکٹھے، جمع ہونے کا مقام) پر پہنچنا چاہتے ہیں اور پھر مَجْـمَعَ بَيْنِهِمَا ان دو کے سنگم پر پہنچ جاتے ہیں جہاں اَلْبَحْـرَيْنِ یعنی دو دریاؤں کا سنگم ہو چکا، ایک دوسرے میں رل مل گئے تو اب وہ دو نہیں ایک ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ مچھلی اَلْبَحْـرِ "ایک دریا" میں گئی۔ اَلْبَحْـرَيْنِ جب آپس میں مل گئے تو پھر دو نہیں رہے بلکہ ایک اَلْبَحْـرِ میں تبدیل ہو گئے۔

اور اس طرح یہ کہنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہ جاتی کہ آیت مبارکہ میں دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ دو سمندروں کا کیونکہ دو دریاؤں کے سنگم سے ایک دریا تو بنتا ہے لیکن دو سمندر آپس میں یوں نہیں ملتے کہ اپنی شناخت کھو کر ایک سمندر میں تبدیل ہو جائیں۔

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا

"اور دو سمندروں کے درمیان روک، حد فاصل قائم کر دی" (حوالہ النمل ۔ ٦١)

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾

"اس نے دو سمندروں کو ایک دوسرے سے مس کرتے ہوئے بہایا

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾ (الرحمٰن ١٩۔٢٠)

ان دو کے درمیان ایک آڑ، روک ہے جس سے آگے نہیں بڑھ سکتے (کہ آپس میں خلط ملط ہو کر ایک البحر بن جائیں)"

قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ قرآنِ مجید میں چودہ صدیاں قبل بیان کردہ یہ حقیقت ایک ایسی سچائی ہے جس پر انسان کو اس صدی میں یقین آ گیا ہے لیکن رویئے میں کم ہی فرق آیا ہے کہ اکثریت اب بھی قرآنِ مجید کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکاری ہے۔ سوڈان کے شہر خرطوم میں بحرالازرق (Blue Nile) اور بحرالابیاد (White Nile) کا سنگم ہوتا ہے تو دریائے نیل بنتا ہے جو مصر کی جانب بہتا ہے۔ اس طرح واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہونے سے بہت قبل پہلی مرتبہ مصر سے باہر دو دریاؤں کے سنگم کے مقام خرطوم پر اس بندے سے ملنے تشریف لے گئے تھے۔

قرآنِ مجید نے موسیٰ علیہ السلام کی اپنے ملازم کے ساتھ اس سفر کی تفصیل بھی بتائی ہے

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَىٰهُ ءَاتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَـٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

"پھر جب وہ آگے چلے گئے تو انہوں نے اپنے ملازم سے کہا "ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں ہمارے اس سفر سے تھکان ہو گئی ہے"۔

قَالَ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى ٱلصَّخْرَةِ فَإِنِّى نَسِيتُ ٱلْحُوتَ وَمَآ أَنسَىٰنِيهُ إِلَّا ٱلشَّيْطَـٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُۥ ۚ وَٱتَّخَذَ سَبِيلَهُۥ فِى ٱلْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾

اس نے کہا ''کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تو میں مچھلی کو بھول گیا۔ اور مجھے صرف شیطان نے ہی بھلایا کہ میں اس کا ذکر نہ کروں حالانکہ اس کا دریا میں راہ پانا (میرے لئے) باعث تعجب (ہوا) تھا'' (الکہف۔۶۲۔۶۳)

موسیٰ علیہ السلام اوران کا ملازم دریاؤں کے یک جان ہو چکے مقام پر ایک چٹان، پتھر پر بیٹھے تھے۔ عام سے مشاہدے کی بات ہے کہ دریا کے کناروں پر موجود پتھروں، چٹانوں کے بیچ پانی کے ریلے آتے رہتے ہیں۔ اس لئے ایسے مقام پر ان کے پاس (کسی پانی کے برتن میں موجود) مچھلی کا پھسل (تڑپ) کر پانی میں راہ پا جانا کوئی محیر العقل بات نہیں۔ ملازم بتا رہا ہے کہ مچھلی کو پانی میں راہ پاتے دیکھ کر اسے تعجب ہوا تھا اس لئے اس کا ذکر کرنا تو نہیں بھولنا چاہئے تھا لیکن پھر بھی بھول گیا تو اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ شیطان نے بھلایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے تعجب کو اہمیت نہیں دی اور فرمایا

قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَٱرْتَدَّا عَلَىٰٓ ءَاثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

وہ بولا ''وہی تو مقام ہے جسے ہم ڈھونڈتے تھے'' پھر وہ اپنے قدموں کے نشانوں پر وہاں لوٹے'' (الکہف۔۶۴)

جب آپ ایک دریا کے ساتھ ساتھ سنگم والے مقام کی جانب سفر کرتے ہیں تو وہ مقام پہلے آتا ہے جہاں دو دریا اپنی الگ الگ شناخت کو مکمل طور پر کھو کر ایک جان ہو چکے ہوتے ہیں اور اس مقام سے مقام سنگم تک دونوں دریا ساتھ ساتھ بہہ رہے ہوتے ہیں اور درمیان میں ایک واضح دھاری دکھائی دیتی ہے۔ اٹک کے مقام پر دریائے کابل اور اٹک کا سنگم دیکھنے سے موسیٰ علیہ السلام کے اس مقام سے آگے بڑھ جانے کی وجہ اوران کی بات کھل کر سمجھ آجائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام ملازم کے ساتھ واپس پلٹے اور پھر اس بندے سے ملے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ ءَاتَيْنَـٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَـٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾

''تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے اس بندے کو مل لیا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی
اور اپنے پاس سے خوب علم دیا تھا'' (الکہف۔۶۵)

اِن آیات مبارکہ کو غور وفکر اور تدبر سے پڑھنے کی ضرورت ہے کہ انہیں بنیاد بنا کر اللہ کے چنے ہوئے دین قیم میں بھی عجیب طرح کی پراسراریت کا رنگ گھول دیا گیا ہے۔ معمولی غور سے بھی ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کسی انجان روحانی پیشوا اور پیرو مرشد کی تلاش میں شہروں، پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں اور گلی کوچوں میں سرگرداں نہیں ہیں۔ وہ پہلے سے ایک متعین مقام پر ایک متعین بندے کو ملنے کیلئے اپنے شہر سے نکلے ہیں۔ ''میں باز نہ آؤں گا جب تک دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ تک نہ پہنچ جاؤں''۔ ''وہی تو مقام ہے جسے ہم ڈھونڈتے تھے'' فَوَجَدَا عَبْدًا ''پھر اس بندے کو پالیا''۔ جس بندے کی تلاش میں نکلے تھے اسے پالیا۔

قَالَ لَهُۥ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰٓ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾

موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا ''کیا میں تیرے پیچھے چلوں کہ تو مجھے وہ نیک سمجھ جو تجھے سمجھائی گئی ہے مجھے سمجھا دے؟''

قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِۦ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

قَالَ سَتَجِدُنِىٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ أَعْصِى لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾

وہ بولا ''تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا۔ اور کیسے صبر کر سکتا ہے تو اس بات پر جس کی حقیقت پر تو حاوی نہیں''۔

اس نے کہا ''انشاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا اور میں تیرے کسی معاملے، کام میں تیری نافرمانی (دخل اندازی) نہیں کروں گا''

قَالَ فَإِنِ ٱتَّبَعْتَنِى فَلَا تَسْـَٔلْنِى عَن شَىْءٍ حَتَّىٰٓ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

اس نے کہا ''اگر تو میرے پیچھے چلا تو مجھ سے کسی بات کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں خود ہی تجھ سے اس کا ذکر نہ کروں'' (الکہف۔۶۶۔۷۰)

اس علم والے بندے نے پہلی ہی ملاقات میں ایک اجنبی شخص کو دعوے سے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اس کی وجہ بھی بیان کر دی۔ جن باتوں کی حقیقت کسی شخص کے احاطہ میں نہ ہو ان پر صبر کرنا عقل و شعور سے کام نہ لینے کے مترادف ہے۔ اگر کسی کی حرکت رعمل کی سمجھ نہ آئے اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو تو اس پر خاموشی سے صبر و شکر کر کے بیٹھ جانا انسان کا شرف نہیں بلکہ اسے جاننے اور سمجھنے کیلئے تجسس و تحقیق انسان کا شرف ہے۔ اگر انسان ایسا نہ کرے تو ایک گھٹیا سا سامری بھی ایک معمولی سے شعبدے، اعجوبہ سے ایک انسان تو کیا پوری کی پوری قوم کو گمراہ کر سکتا ہے۔ ایسے مواقع پر اس نوعیت کا صبر موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر انسان کے زیبا اور شایان ہے ہی نہیں جنہوں نے کچھ عرصے بعد رسالت کے فرائض منصبی سنبھالنے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ کو اس وقت بتا دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جب ابھی ان کی گود میں دودھ پیتے تھے۔ اور ابھی ہم دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے اس بندے کے کسی فعل میں حسب وعدہ دخل اندازی تو نہیں کی لیکن ظاہری وجہ سامنے نہ ہونے کی بنا پر اس کے ہر فعل پر اعتراض اٹھایا اور یوں جلیل القدر رسول نے اپنے عمل سے دنیا کو سبق دیا کہ اگر کوئی ظواہر کے خلاف عمل کرے تو اس کے سامنے دوزانوں نہ ہو جایا کرو بلکہ اس پر حرف گیری کیا کرو چاہے وہ اللہ کی رحمت اور علم سے فیضیاب شخص ہی کیوں نہ ہو۔ اور یاد رہے کہ رسولوں کے علاوہ اللہ کا کوئی بندہ کسی بھی بات کیلئے انسانوں کیلئے حجت، دلیل اور حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتا اور ویسے بھی ''ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے'' (حوالہ سورۃ یوسف۔۷۶)۔ اور ہمیں یہ بھی یاد رہے کہ بہت عرصہ قبل بھی ایک مرتبہ اس وجہ سے ہم دھوکہ کھا چکے ہیں۔ آدم علیہ السلام کو ایک وسیع و عریض باغ میں صرف ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا گیا۔ انہوں نے اس وقت تجسس و تحقیق سے کام نہ لیتے ہوئے اللہ سے اس کی وجہ نہیں پوچھی تھی اور اس سستی کا نتیجہ بھی جلد سامنے آ گیا کہ پھر شیطان پر اسرار انداز اور جھوٹ پر مبنی اس درخت کے بارے میں عجیب طرح کے اسرار و رموز بتا کر انہیں غافل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے اپنے پیچھے چلنے کو اُس بندے نے اس بات سے مشروط کر دیا تھا کہ وہ اس سے کسی شئے کے بارے میں اس وقت تک نہیں پوچھیں گے جب تک وہ خود اس کے بارے میں ذکر کرنا پسند نہ کرے۔

فَٱنطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَا رَكِبَا فِى ٱلسَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا إِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾

''سو وہ چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے اس میں سوراخ کر دیا۔ انہوں نے کہا'' کیا تو نے اس لئے سوراخ کیا ہے کہ اس پر سوار لوگوں کو ڈبو دے، تو نے ایک انوکھی بات کی ہے؟ اس نے کہا'' کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا؟''

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِى بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِى مِنْ أَمْرِى عُسْرًا ﴿٧٣﴾

انہوں نے کہا'' جس بات کو میں بھول گیا اس پر میرا مؤاخذہ نہ کر اور میرے معاملے میں مجھ پر تنگی نہ ڈال''۔

فَٱنطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَا لَقِيَا غُلَـٰمًا فَقَتَلَهُۥ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾

''سو وہ چل پڑے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو ملے تو اس نے اسے قتل کر دیا، انہوں نے کہا'' کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو بغیر جرم قتل کے قتل کر دیا؟ یہ تو نے بڑی بیجا حرکت کی ہے!''۔ اس نے کہا'' کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا؟''

قَالَ إِن سَأَلْتُكَ عَن شَىْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصَـٰحِبْنِى ۖ قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّى عُذْرًا ﴿٧٦﴾

اس نے کہا'' اگر اس کے بعد میں نے تجھ سے کسی چیز کے متعلق پوچھا تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ میری طرف سے تیرا عذر پورا ہوا''

فَٱنطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَآ أَتَيَآ أَهْلَ قَرْيَةٍ ٱسْتَطْعَمَآ أَهْلَهَا فَأَبَوْا۟ أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُۥ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿٧٧﴾

سو وہ چل پڑے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے رہنے والوں سے دونوں نے کھانا مانگا مگر انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو اس نے اسے قائم کر دیا۔ انہوں نے کہا'' اگر تو چاہتا تو اس کام کی اجرت لے لیتا''

قَالَ هَـٰذَا فِرَاقُ بَيْنِى وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾

اس نے کہا'' یہ ہوئی میرے اور تیرے درمیان جدائی، اب میں تجھے ان باتوں کا مطلب بتاؤں گا جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔

أَمَّا ٱلسَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَٰكِينَ يَعْمَلُونَ فِى ٱلْبَحْرِ فَأَرَدتُّ أَنْ أَعِيبَهَا
وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾

وہ جو کشتی تھی ایسے مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں کیونکہ ان کے آگے ایک حکمران تھا جو تمام کشتیاں ضبط کر لیتا تھا۔

وَأَمَّا ٱلْغُلَٰمُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَآ أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾
فَأَرَدْنَآ أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَوٰةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

اور وہ جو لڑکا تھا، اس کے ماں باپ مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر پر مجبور کر دے گا۔

سو ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب اس سے بہتر پاکیزہ اور شفیق بیٹے سے بدل دے۔

وَأَمَّا ٱلْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِى ٱلْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُۥ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ
أَبُوهُمَا صَٰلِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَآ أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن
رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُۥ عَنْ أَمْرِى ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

اور وہ جو دیوار تھی شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کیلئے باپ کا خزانہ تھا اور ان کا (مرحوم) باپ ایک نیک انسان تھا۔

سو تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی بھرپور جوانی کو پہنچیں اور تیرے رب کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں۔

اور یہ فعل میں نے اپنی مرضی سے نہیں کئے۔ یہ ہے ان باتوں کی تاویل (اصل) جن پر تو صبر نہیں کر سکا"۔ (الکہف۔۷۹۔۸۲)

ہم نے دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس علم والے بندے کے افعال پر ظاہری سبب نہ ہونے کی بناء پر اعتراض کرتے ہوئے سوال اٹھایا تھا۔ اب اس بندے نے ان باتوں کی وجہ بیان کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ یہ کام اس نے اپنی مرضی سے نہیں کئے تھے جس سے ظاہر ہے کہ مشیت ایزدی اور حکم الٰہی کی تعمیل میں اس نے یہ فعل سرانجام دیئے تھے۔ کشتی میں سوراخ کر دینے والی بات کو سمجھنے میں کوئی زیادہ پیچیدگی نہیں کہ اس اطلاع کی موجودگی میں کہ ایک حکمران لوگوں کی کشتیاں ضبط کر رہا تھا کشتی کو عیب دار بنا کر ضبطگی سے بچایا جا سکتا تھا۔ اس زمانے کے حکمران کو برا بھلا کیا کہنا کہ ہمارے ہاں تو آج بھی رواج ہے کہ حکمرانوں کے جلسوں جلوسوں کا کامیاب کرانے کیلئے لوگوں کی بسوں ویگنوں کو پولیس زبردستی پکڑ لیتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بچپن میں ان کی زندگی کیلئے حقیقی خطرہ محسوس کرنے پر انہیں صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں کے

سپرد کرنے کی نصیحت میں یہ سبق پنہاں ہے کہ بڑے خطرے سے بچنے کیلئے چھوٹا خطرہ مول لے لیا جائے۔ اور اس علم والے بندے کے کشتی میں سوراخ کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک معمولی نقصان کے ذریعے ایک بڑے نقصان سے بچا جا سکے۔ کشتی میں سوراخ کر دینا ایک معمولی نقصان تھا جس کی بعد میں مرمت بھی کی جا سکتی تھی لیکن اس کے ذریعے ان لڑکوں کو ایک بڑے نقصان سے بچا لیا گیا جو کشتی کی ضبطگی کی وجہ سے ہونا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے فہم و بصیرت کی بناء پر اس شخص کو ایک لڑکے کو قتل کر دینے پر کہا تھا ''کیا تو نے ایک بے گناہ جان کو بغیر جرم قتل کے قتل کر ڈالا؟'' اور اگر فی الحقیقت بلا جرم سزا تھی تو موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک یہ ایک بیجا حرکت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک جرم کا تعین اور اس کے ثابت ہوئے بغیر کسی کو سزا دینا ایک غلط اور بیجا حرکت تھی۔ جس لڑکے کو اس بندے نے قتل کر دیا تھا اس کے متعلق بتایا گیا کہ مومن ماں باپ کا سرکش اور کافر بیٹا تھا۔ سرکش اور کافر بیٹا حقیقت میں مومن ماں باپ کا بیٹا ہوتا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے سے عرصہ پہلے یہ بات نوح علیہ السلام کو بتائی تھی اور باپ کی آنکھوں کے سامنے اسے ڈبو کر ہلاک بھی کر دیا تھا۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے کی سرکشی اور کفر کے جرم میں باپ کی آنکھوں کے سامنے ہلاکت کو ذہن میں رکھا جائے تو اس قتل کے واقعہ میں بھی کوئی سربستہ راز اور پیچیدگی پنہاں نہیں رہتی کہ اس کے مومن ماں باپ کیلئے یہ خواہش، امید بھی موجود تھی ''سو ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب اس سے بہتر، پاکیزہ اور شفیق بیٹے سے بدل دے''۔

بستی کے لوگوں کے ناروا سلوک کے باوجود کہ انہوں نے مسافروں کو کھانا کھلانے سے بھی انکار کر دیا تھا گرتی ہوئی دیوار کو ٹھیک کرنے پر ان کا تبصرہ تھا 'اگر تو چاہتا تو اس کی اجرت لے لیتا'۔ بھوک پیاس سے دوچار حالات میں ایسے کاموں کو بعوض اجرت ہی کیا جاتا ہے۔ لیکن اس دیوار کے نیچے یتیم بچوں کے باپ کی دولت پوشیدہ تھی جس سے ظاہر ہے کہ دیوار بھی انہی کی ملکیت تھی۔ جس بستی کے لوگ تھکے ہارے مسافروں کو کھانا کھلانے کا حوصلہ نہیں رکھتے وہ یتیموں کی دیوار ٹھیک کرنے کی اجرت بھلا کیوں دیتے۔ اور اگر دیوار گر جاتی اور خزانہ عیاں ہو جاتا تو ان لوگوں نے اسے ہڑپ کرنے سے کہاں باز رہنا تھا۔

دیوار کی درستگی کے معاملے میں اس علم والے نے وجہ بیان کرتے ہوئے بتایا ''اور ان کا مرحوم باپ ایک نیک انسان تھا''۔
نیک انسانوں کے یتیم رہ جانے والے بچوں کا کوئی اور خیال رکھے یا نہ رکھے اللہ ضرور رکھتا ہے۔ ہمارے آقا، آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ کے والدین بہت نیک انسان تھے کہ اللہ نے ان کے یتیم رہ جانے والے لعل نایاب سے بڑھ کر کسی پر دست شفقت و محبت نہیں رکھا آقائے نامدار ﷺ کے والدین کو ہمارا سلام ہو اور انہیں اللہ کا اور اپنے بیٹے اور اللہ کی خلق عظیم کا قرب ہمیشہ نصیب ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نہ صرف مصر سے باہر تھے بلکہ فرعون کی سلطنت اور حکمرانی کی حدود سے بھی باہر اس بندے کے ساتھ گھوم رہے تھے۔اور پھر اس علم والے بندے سے فراق (جدا ہونے) کے بعد واپس اپنے شہر مصر میں تشریف لائے تھے۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ

(علم عطا کیئے گئے بندے نے موسیٰ علیہ السلام سے) کہا ''یہ ہوئی میرے اور تیرے درمیان جدائی'' (حوالہ الکہف۔۷۸)

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

''اور وہ شہر مصر میں اس وقت داخل ہوا تھا جس وقت اس میں رہنے والوں سے غافل تھا'' (حوالہ القصص۔۱۵)

آقائے نامدار ﷺ پر نزول قرآن مجید کے دنوں میں آپ ﷺ کی قوم کسی ''خضر'' کو نہیں جانتی تھی۔ یہ قرآنِ مجید ہی ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام کی ایک علم والے بندے سے ملاقات کے متعلق معلومات عطا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اُس بندے کا نام اور حیثیت بتانا پسند نہیں فرمایا۔ جب ہم اُن نبیوں اور رسولوں کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے جن کے نام، زمان اور مکاں اللہ تعالیٰ نے بتانا پسند نہیں فرمائے تو ایک ایسے بندے کی تلاش بھی سعی لاحاصل ہے جس کے نام اور حیثیت کے بارے میں ہمیں واقفیت دینا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ اور قرآنِ مجید نے حتمی دعوے سے بتایا ہے کہ اللہ کے رسول اپنی جانب سے لوگوں کو باتیں سناتے اور نہ بتاتے تھے۔ وہ علم عطا کیا ہوا بندہ اپنی جائے رہائش (خرطوم، دو دریاؤں کا مقام سنگم) اور اس کے اردگرد کے لوگوں میں کتنا مشہور و معروف اور جانا پہچانا تھا اس کا اندازہ اس سے لگالیں کہ ایک بستی کے لوگوں نے اس کے مانگنے پر بھی کھانا دینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن تخیل اور پراسراریت کے جال میں پھنسے ہوئے ایک ہم ہیں کہ اپنے آپ کو اس بندے کے نام سے بھی واقف کر چکے ہیں۔ ہم نے اسے ایک نام دے دیا اور ''عمر خضر'' کے الفاظ تخیل سے اختراع کیئے جو حقیقت پر مبنی تصور کے ترجمان نہیں کہ لفظ اور تصور لازم و ملزوم ہیں۔ اور یہ دھیان بھی نہیں کیا کہ قرآنِ مجید کے مطابق طویل عمر کی حرص و خواہش یہودیوں کا شیوہ ہے کہ صرف اُن میں سے ہر ایک ایک ہزار سال کی عمر پانے کا متمنی ہے۔ اور ان کی یہ خواہش پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھی گئی اور نوح علیہ السلام کی عمر کا بتاتے ہوئے نو سو پچاس سال کہنے کی بجائے ''پچاس کم ہزار سال'' کہا گیا۔ کہانی میں اہمیت ناموں کی ہے۔ اختراع کی گئی پراسرار کہانیاں قوموں کو دائروں میں ڈال دیتی ہیں اور دائروں میں گھومنے والوں کی بصارت معدوم ہو جاتی ہے۔ ہمارا المیہ ہی یہ ہے کہ صراط مستقیم کی متلاشی قوم کو دائروں کے بھنور میں پھینک دیا گیا ہے اور دائروں میں سیدھا راستہ تو دکھائی دینے سے رہا۔

موسیٰ علیہ السلام مدین میں شادی کر کے آٹھ یا دس سال گزارنے کے بعد رسالت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد جب مصر میں دوسری بار داخل ہوئے تو اس وقت ان کی بھرپور جوانی کا وقت گزر چکا تھا جب کہ مصر سے پہلی بار باہر جانا اور داخل ہونا اور مکا

مارنے سے ایک لڑکے کا مر جانا اس دور کی باتیں ہیں جب موسیٰ علیہ السلام بھر پور جوانی میں پہنچے تھے اس طرح غیر مبہم انداز میں واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہونے سے کافی عرصہ قبل دو دریاؤں کے سنگم پر واقع کسی بستی میں ایک نامعلوم علم والے بندے سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہمارا سلام ہو اور اللہ تعالیٰ اس علم والے بندے کے درجات بلند فرمائے۔

قرآن مجید کے مطابق موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں تین بار شہر مصر سے باہر گئے تھے۔ ایک مرتبہ دو دریاؤں کے سنگم کے مقام خرطوم، ایک مرتبہ مدین اور آخری بار بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر سمندر کے پار گئے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں شہر مصر میں دو بار داخل ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ علم والے شخص کو ملنے کے بعد اور ایک مرتبہ منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس آئے تھے۔ قرآنِ مجید کے اس قدر واضح بیان کی موجودگی میں نہ جانے کیسے اور کیوں اس خیال کا اظہار کیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد اس بندے سے ملاقات کی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے علم عطا کیا تھا؟ قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فصلت کی آیت ۴۱ کے آخر میں اعلان ہے

وَإِنَّهُۥ لَكِتَـٰبٌ عَزِيزٌ ۝

''اور بیشک یہ ایک غالب کتاب ہے''

لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَـٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝٤٢

اس میں باطل نہ اس کے آگے (زمانہ قبل نزول) سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے (زمانہ بعدِ نزول) سے۔
ایک حکمت والے اور صاحب تعریف کی جانب سے اتاری ہوئی ہے''۔ (فصلت۔۴۲)

قرآنِ مجید میں بیان کردہ واقعات اور دی گئی خبروں کے متعلق بیان کردہ باتوں سے ماوراء تخیلاتی باتیں اپنی موت آپ مر جائیں گی۔ باطل صرف مٹنے کیلئے ہے۔ اور قرآنِ مجید ٱلْحَقُّ یعنی بیانِ حقیقت ہے جسے دوام اور ثبات ہے۔ لیکن اگر ہم نے دنیا میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ حاصل کرنا ہے تو ان پراسرار کہانیوں کے شور سے اپنے آپ کو دور کرنا ہوگا تاکہ ہماری سماعتوں میں قرآنِ مجید کی آواز پہنچ سکے۔ قرآنِ مجید کو سننے سے اجتناب کرنے اور شور مچانے کا مشورہ دینے والوں کا خیال تھا کہ اس طرح لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ''امکان ہے کہ تم غالب ہو جاؤ'' (حوالہ فصلت۔ ۲۶) اہل علم وفکر غور کریں کہ کفر کرنے والوں کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔ اس سے انکار کہ آج ہم مغلوب ہیں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ اس وقت تک ہم مغلوب رہیں گے جب تک قرآنِ مجید کو نہیں سنتے۔